رجسٹرڈ ایل ۸۸

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو ظاہر کر دیگا

چودھویں کا ہی چاند یہ البدر
فیض ہے یہ غلام احمد کا

ہے یہ نور سرمد کا
ہے یہ روح محمد کا

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ای جہاں منتظر خوش باش کہ آں دلستان
آں مسیح دور آخر مہدی آخر زمان

# البدر

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلة

قیمت سالانہ عہ

جلد ۳ | بابت ۸-۱۶-۲۴ ستمبر ۱۹۰۴ء | نمبر ۳۴-۳۵-۳۶



## حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
مہر او با شیر شد اندر بدن
ما از و نوشیم ہر آبی کہ ہست
ما از و یابیم ہر نور و کمال
از ملائک و از خبر ہائی معاد
معجزات او ہمہ حق اند و راست
سہ ہمہ از جان و دل ایمان ماست

مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
بادۂ عرفان ما از جام اوست
جان شد و با جان بخواہد شد برون
زو شد سیراب سیرابی کہ ہست
وصل دلدار ازل بی او محال
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
منکر آں مورد لعن خداست
ہر کہ انکاری کند از اشقیاست

اندریں دیں آمدہ از مادریم
آں رسولی کش محمد ہست نام
ہست او خیر الرسل خیر الانام
آنچہ ما را وحی و ایمائی بود
اقتدائی قول او در جان ماست
آں ہمہ از حضرت احدیت است
معجزات انبیاء و سابقین
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب

ہم بریں از دار دنیا بگذریم
دامن پاکش بدست ما مدام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں نہ از خود از ہماں جائی بود
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
منکر آں مستحق لعنت است
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
نزد ما کفر است و خسران و تباب

## وہ الفاظ جنہیں حضرت اقدس بیعت کرتے ہیں - ہاتھ میں ہاتھ دیکر آپ فرماتے جاتے ہیں اور طالب بیعت اُنکو دہراتا جاتا ہے

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ ۳ بار آج میں احمد کے ہاتھ پر اُن تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جنمیں میں گرفتار تھا - اور میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ جہانتک میری طاقت اور سمجھ ہے تمام گناہوں سے بچتا رہونگا - اور **دین کو دنیا پر مقدم** رکھونگا - استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ - (۳ بار) رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت - اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا - اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں ؛

پھر اسکے بعد آپ معہ حاضرین مجلس بیعت کنندہ اور اسکے متعلقین کے لئے دعا کرتے ہیں ؛

## دس شرائط بیعت

**اول** ۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے - کہ آیندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جاوے شرک سے مجتنب رہیگا

**دوم** یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشوں کے وقت انکا مغلوب نہیں ہوگا - اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے

**سوم** یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا - اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اسکی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائیگا

**چہارم** یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے

**پنجم** یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کریگا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کیلئے اسکی راہ میں طیار رہیگا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیریگا بلکہ آگے قدم بڑھائیگا

**ششم** یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائیگا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کریگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دیگا

**ہفتم** یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا - اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا

**ہشتم** یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھیگا

**نہم** یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا اور جہانتک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیگا

**دہم** یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہیگا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اسکی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو ؛

**نوٹ** بیعت کا اشتہار حضرت امام الزمان نے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو دیا تھا - ۵ ستمبر و دسمبر ۱۹۰۳ء تک اسے شائع کیا گیا ہے - جبکہ البدر اپنے کو اُسکے معنوں کے ساتھ اس پر چہ میں درج کرتا ہے - یادگار میں مجھ آپ کی فتح و نصرت کا زمانہ ہے

## ضروری التماس

اس پیوستہ اشاعت مین جو ضمیمہ البدر کے ہمراہ شایع کیا گیا ہے۔ اُمید ہے۔ کہ ناظرین با تمکین اس پر پوری علمی توجہ اور غور سے کام لیوین گے۔ کیونکہ مین نے اس مین کسی قسم کی تصنع سے کام لینا ہرگز پسند نہیں کیا ہے۔ اگرچہ بعض دوستوں نے یہ صلاح دی تھی۔ کہ تجویز الف کے دوسرے فقرہ کو کاٹ دیا جاوے۔ اس سے لوگونا میں بدظنی ہوگی۔ مگر میں نے بدین خیال کہ ہماری معاملات ایک دوسرے کے ساتھ تقوے کے اصول پر مبنی ہونے چاہئیں۔ اور اس شرط کا درج کرنا از روئے حسن معاملگی کے تقوے کے اقرب معلوم ہوتا ہے۔ اُسے درج کر دیا۔ اس میں کیا شک ہے۔ کہ زندگی کا اعتبار نہیں ہے۔ اور انسانی ارادہ کے ساتھ جب تک الہی ارادہ بھی نہ ہو۔ تب تک انسانی ارادہ ہیچ ہے۔ پس اگر آج ہم بڑے بڑے دل خوش کن وعدے دیکر کل ان مین سے ایک بھی ایفانہ کر سکین۔ تو وہ ذلّت جو ہمین عدم ایفائے عہد سے عند اللہ ہوگی۔ اس عزّت سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ جو یہان چند مصنوعی وجاہت اور عزّت کو پسند کرنیوالے بعض اشخاص کی نظرون میں حاصل ہو سکتی ہے اور مجھے یقین ہے۔ کہ اگر میرے گرامی قدر۔ مخدوم۔ مکرم اور دوست اپنی پوری ہمت اور کوشش سے ان تدابیر کو اخلاص اور صدق کے ساتھ عملی طور پر کام مین لاوین گے۔ تو اللہ تعالےٰ جس کا نام رحیم ہے۔ اور جو انسان کی برمحل کوشش و محنت کو وہ ضایع نہیں کرتا۔ بلکہ اس پر ثمرات حسنہ مرتب کرتا ہے۔ ان کو بھی اجر عظیم عطا کریگا۔ وہ خدا تعالےٰ جو کہ بے شمار قدرتون کا صاحب ہے اور اس کے آگے کوئی بھی بات انہونی نہیں ہے۔ اور جیسے اسی طرح ماننے کی تاکید ہمارا پاک امام کرتا ہے۔ اسی پر حسن ظن اور ہر ایک قسم کا بھروسہ کرکے ہم سب کچھہ لکھہ رہے ہین۔ اور یہی ایمان ایک گھڑی کے لئے بھی یہ خیال دل و دماغ میں جمنے نہیں دیتا۔ کہ ان عارضی ابتلاؤن کا نشانہ اپنی خدمات کو دیکھہ کر کسی طرح سے دل شکستہ ہوجاوین۔ بلکہ ابتلاء جیسے کہ ایک مومن کے لیے ترقی درجات اور ایمان کی تکمیل کا پیش خیمہ ہوتے ہین۔ اور وہ صرف سالک کی تربیت کے لیے وارد ہوتے ہیں۔ ایسا ہمارا بھی یہی خیال ہے۔ کہ جو کچھہ صورتیں پیدا ہو رہی ہین۔ دراصل یہ تمام اسی لئے ہین۔ کہ ان میں اللہ تعالےٰ کے دست قدرت کے کرشمے مطالعہ کرکے ہم اپنے ایمان میں ترقی کر سکین۔ ہماری کمزوریان اور ضعف اور عجز و ناتوانی ہم پر منکشف ہو کر اس امر کا سبق دین۔ کہ ہم ہر ایک قسم کی قوت اور توانائی اپنے مولا کریم رب اور رحیم سے طلب کرین۔ سو دلون کو ہمدردی اور اعانت پر مایل کرنیوالی وہی ذات پاک ہے۔

## رسید زر ۱۵ اگست لغایت ۲۴ ستمبر ۱۹۰۴ء

| | | | |
|---|---|---|---|
| بابو حیدر علی صاحب | عصر | محمد صادق صاحب ڈلڈراون | عصر |
| اللہ بخش صاحب گولاواہ | لہ عگ | مولوی محمد اکبر علی صاحب دتہ زید کا | عصر |
| شیخ فتح حسین صاحب مدانداوی گوجرانوالہ | للعہ | کرم الہی صاحب توکے | عصر |
| حکیم محمد دین صاحب گوجرانوالہ | عصر | غلام محمد صاحب سری نگر | |
| غلام حیدر صاحب گوجرانوالہ | عصر | منشی محمود حسن صاحب | عصر |
| سید احمد حسین صاحب ڈسکہ | عصر | میر اکبر خان صاحب ہوتی | عصر |
| حکیم سرفراز خان صاحب بلب گڈہ | عصر | عبد اللہ صاحب المحمد | عصر |
| احمد حسین صاحب فرید آبادی | عصر | مفتی فضل احمد صاحب جمون | عصر |
| چودھری عطا محمد خان صاحب لیبوالی | عگ | منشی نارائن سنگہ بدالآباد | عصر |
| سید مبارک علی صاحب موزنگ | عگ | چراغ شاہ صاحب سیالکوٹ | عصر |
| مولوی محمد صاحب مزنگ | عگ | محمد ابراہیم صاحب لاہور | عصر |
| فقیر اللہ صاحب قصور | عصر | غلام محمد صاحب سیالکوٹ | عگ |
| مولا بخش صاحب فرید کوٹ | عصر | محمد حیات صاحب عدن کاظم | عصر |
| چراغدین صاحب پٹواری بجوال | عصر | بابو عبد الرحمان صاحب " " | عصر |
| اخوند محمد رمضان صاحب کمال ڈیرہ | عصر | سردار شاہ صاحب وانہ | للعہ |
| محمد امام الدین صاحب سیالکوٹ | عصر | سید صادق حسین صاحب اٹاوہ | ۵ع |

منشی صاحب دین صاحب لاہور عگ

## اخبار وطن

چونکہ مسلمانون کا یہ ایک قومی اخبار ہے۔ اور وہ دار السلطنت پنجاب سے شایع ہوتا ہے۔ اور اہل اسلام کے متعلق جو خبر ہو۔ اس کی اشاعت میں بڑا پارٹ لیتا ہے۔ اس لئے ہمین اون وجوہات کے سننے کی بڑی انتظار ہے۔ جن پر اس اخبار نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیحیت و مہدویت کے لاہور میں نزول و قیام اور لکچر وغیرہ پر کسی قسم کا نوٹس نہیں لیا۔ اور نہ اس کے متعلق کسی قسم کی خبر اپنے ناظرین کو دی۔ حالانکہ مرزا صاحب کا تعلق بہ حیثیت اپنے دعاوی کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہونے کے۔ اور بہ لحاظ اپنی علمیت و شہرۃ کے۔ اور بہ لحاظ وجاہت کے بھی اہل اسلام کے ساتھ بہت کچھہ خصوصیت سے وابستہ ہے۔ پھر نہ معلوم کہ اس قدر عظیم الشان خبر کو جو کہ آپ کے نزول سے لاہور میں پبلک اور ہندون کے اخبارون نے بھی اسے لیا۔ اور پبلک کو آگاہی دی۔ وطن نے کیون سکوۃ اختیار کیا۔

**مقدمہ**۔ مقدمات کی کل کارروائی ختم ہوگئی ہے اور یکم اکتوبر آئندہ پیشی مقرر ہوئی ہے۔

## مظہر الغرائب

اہل شیعہ کے رد میں عمدہ کتاب ہے۔ جسے محمد جہانگیر خان شکوہ آبادی نے تصنیف کیا ہے۔ ایک کتاب تنویر البیان شیعہ صاحبان کی طرف سے جو کہ کسی کتاب خلاصۃ المنہج مطبوعہ ایران کا ترجمہ ہے۔ اکبر آباد میں شایع ہوئی ہے۔ جسمین عجیب و غریب مضامین مخالف نصوص قرانیہ و احادیث نبویہ درج ہین۔ اور بے معنے و مطلب کی تاویلات کی گئی ہین اس کتاب کا رد مصنف نے بہت معقول اور منقول پیرایہ میں کیا ہے۔ اور خود شیعون کی مستند اور مسلمہ اقوال سے ان کا صراط مستقیم سے دور ہونا دکھلا دیا ہے۔ اردو زبان میں ۱۵ سے کچھ زائد صفحہ کی کتاب $\frac{20 \times 26}{8}$ کا غذ پر ہے۔ چھاپہ بہت عمدہ ہے۔ جن لوگون کو شیعہ مذہب کی حقیقت اور ان کے اقوال وغیرہ انکے مذہب کی تائید میں اور ان کی تردید معقول و منقول دیکھنی ہو۔ ان کے لئے یہ مختصر مجموعہ بہت کارآمد ہو سکتا ہے۔ افسوس کہ کتاب پر قیمت درج نہیں ہے۔ اگر کوئی صاحب خریدنا چاہیں۔ تو مطبع اکبری آگرہ سے خط و کتابت کرین

**مشرف با سلام**۔ ۱۶ ستمبر کو آگرہ میں ایک برہمن سندرداس نامی مشرف باسلام ہوا۔ قاہرہ میں چند انگریز اور ایک یورپین لیڈی نے اسلام اختیار کیا۔

**طاعون**۔ علی گڑہ میں نمودار ہوگیا ہے۔

**ولادت**۔ صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب قادیانی کے ہان مورخہ ۱۰ ستمبر سنہ ۱۹۰۴ء کو بروز شنبہ بعد از نماز مغرب ایک فرزند ارجمند تولد ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس مولود کی عمر اپنی اطاعت میں دراز کرے اور دین اسلام کا سچا خادم ہو۔ آمین ؛

**مقدمات**۔ یکم اکتوبر کو عدالت نے کوئی کارروائی نہین کی۔ اور آئندہ پیشی ۸ اکتوبر مقرر ہوئی ہے ؛

# ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

## ۱۲ اگست سنہ ۴ء احاطہ میاں چراغدین و سراجدین و معراجدین رئیسان لاہور

ظہر کیوقت حضرت اقدس تشریف لائے۔ اور نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد احباب کی درخواست پر آپ ایک کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ میاں فیروزالدین صاحب نے آگے بڑھکر نیاز حاصل کی۔ حضرت اقدس نے چند نصائح فرماتے ہوئے تقریر کا سلسلہ یوں شروع کیا۔

**گناہ سے بچنے کا ذریعہ خوف ہے**

دیکھو یاد رکھنے کا مقام ہے۔ کہ بیعت کے چند الفاظ جو زبان سے کہتے ہو۔ کہ میں گناہ سے پرہیز کرونگا۔ یہی تمہارے لیے کافی نہیں ہیں اور نہ صرف انکی تکرار سے خدا راضی ہوتا ہے۔ بلکہ خدا کے نزدیک تمہاری اس وقت قدر ہوگی۔ جبکہ دلوں میں تبدیلی اور خدا کا خوف ہو۔ ورنہ ادہر بیعت کی۔ اور جب گھر میں گئے۔ تو وہی بُرے خیالات اور حالات رہے۔ تو اس سے کیا فائدہ۔ یقیناً مان لو۔ کہ تمام گناہوں سے بچنے کے لیے بڑا ذریعہ خوف الٰہی ہے اگر یہ نہیں ہے۔ تو ہرگز ممکن نہیں۔ کہ انسان اون سب گناہوں سے بچ سکے۔ جو کہ اُسے مصری پر چونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں۔ مگر خوف ہی ایک ایسی شے ہے۔ کہ حیوانات کو بھی جب ہو۔ تو وہ کسی کا نقصان نہیں کر سکتے۔ مثلاً بلی جو کہ دودہ کی بڑی حریص ہے۔ جب اسے معلوم ہو۔ کہ اس کے نزدیک جانے سے سزا ملتی ہے۔ یا پرندوں کو جب علم ہو کہ اگر یہ دانہ کہایا۔ تو جال میں پھنسے۔ اور موت آئی۔ تو وہ اس دودہ اور دانہ کے نزدیک نہیں پھٹکتے۔ اس کی وجہ صرف خوف ہے۔ پس جبکہ لایعقل حیوان بھی خوف کے ہوتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں۔ تو انسان جو عقلمند ہے۔ اُسے کسقدر خوف اور پرہیز کرنا چاہیئے۔ یہ امر بہت ہی بدیہی ہے۔ کہ جس موقعہ پر انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر وہ جرم کی جرأت ہرگز نہیں کرتا۔ مثلاً طاعون زدہ گاؤں میں اگر کسی کو جانے کو کہا جاوے۔ تو کوئی بھی جرأت کر کے نہیں جاتا۔ حتیٰ کہ اگر حکام بھی حکم دیویں۔ تو بھی ترساں اور لرزاں جاویگا اور دل پر یہ ڈر غالب ہوگا۔ کہ کہیں مجھکو بھی طاعون نہ ہو جاوے اور وہ کوشش کریگا۔ کہ مفوضہ کام کو جلد پورا کر کے وہاں سے بھاگے۔ پس گناہ پر دلیری کی وجہ بھی خدا کے خوف کا دل میں موجود نہ ہونا ہے۔ لیکن یہ خوف کیونکر پیدا ہو۔ اسکے لیے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے۔ جسقدر خدا کی معرفت زیادہ ہوگی۔ اسیقدر خوف زیادہ ہوگا۔ سو ہر کہ عارف تر است ترسان تر۔ اس امر میں اصل معرفت ہے۔ اور اس کا نتیجہ خوف ہے معرفت ایک ایسی شے ہے۔ کہ اس کے ہوتے ہوئے انسان ادنے ادنے کیڑوں سے بھی ڈرتا ہے۔ جیسے پسو اور مچھر کی جب معرفت ہوتی ہے۔ تو ہر ایک ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس کیا وجہ ہے۔ کہ خدا جو قادر مطلق ہے۔ اور علیم اور بصیر ہے۔ اور زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے۔ اس کے احکام کے برخلاف کرنے میں یہ اسقدر جرأت کرتا ہے۔ اگر غور سوچ کر دیکھو گے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ معرفت نہیں۔

بہت ہیں۔ کہ زبان سے تو خدا کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹول کر دیکھو۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ان کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں۔ تو خدا کے قہر اور اس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ اس لیے یہ بات بہت ضروری ہے۔ کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو۔ بغیر اس کے یقین کامل ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ اسیوقت حاصل ہوگا۔ جبکہ یہ علم ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لیے جہاں دعا کرو۔ وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے۔ ان کو ترک کرو۔ اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو۔ اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضا و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں۔ جب تک خدا کی مدد ساتھ نہ ہو۔ ہرگز رہائی نہیں ہوتی نماز جو کہ پانچوقت ادا کیجاتی ہے۔ اس میں بھی یہی اشارہ ہے۔ کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اُسے محفوظ نہ رکھیگا۔ تب تک وہ سچی نماز ہرگز نہ ہوگی نماز کے معنے ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادت کیطور پر ادا کر لینے کے۔ ہرگز نہیں۔ نماز وہ شے ہے۔ جسے دل بھی محسوس کرے۔ کہ روح پگہل کر خوفناک حالت میں آستانہ الوہیت پر گر پڑے۔ جہاں تک طاقت ہے وہاں تک رقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اور تضرع سے دعا مانگے۔ کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں۔ وہ دور ہوں۔ اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے۔ اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کریگا تو دیکھے گا۔ کہ رات کو یا دن کو ایک نور اس کے قلب پر گرا ہے۔ اور نفس امارہ کی شوخی کم ہو گئی ہے۔ جیسے کہ اژدہا میں ایک سم قاتل ہے۔ اسی طرح نفس امارہ میں بھی سم قاتل ہوتا ہے۔ اور جس نے اُسے پیدا کیا اسی کے پاس اس کا علاج ہے +

**نفس کا کلی طور پر مطمئن نہ ہونا [illegible] اور انبیاء [illegible] استغفار کی ضرورت [illegible]**

کبھی یہ دعویٰ نہ کرو۔ کہ میں پاک صاف ہوں جیسے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف فرماتا ہے۔ وَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ۔ کہ تم اپنے آپ کو مزکے مت کہو۔ وہ خود جانتا ہے۔ کہ تم میں سے متقی کون ہے جب انسان کے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔ تو خدا اُس کا متولی اور متکفل ہو جاتا ہے۔ اور جیسے ماں بچے کو گود میں پرورش کرتی ہے۔ اسی طرح وہ خدا کی گود میں پرورش پاتا ہے۔ اور یہی حالت ہے۔ کہ خدا کا نور اس کے دل پر گر کر کل دنیاوی اثروں کو جلا دیتا ہے۔ اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ لیکن ایسی حالت میں بھی اُسے ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہیئے۔ کہ اب یہ طاقت مجھ میں مستقل طور پر پیدا ہو گئی ہے۔ اور کبھی ضائع نہ ہوگی۔ جیسے دیوار پر دہوپ ہو۔ تو اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہوتے کہ یہ ہمیشہ ایسی ہی روشن رہیگی۔ اسی پر لوگوں نے ایک مثال لکھی ہے۔ کہ دیوار جب دہوپ سے روشن ہوئی۔ تو اُس نے آفتاب کو کہا۔ کہ میں بھی تیری طرح روشن ہوں آفتاب نے کہا۔ کہ رات کو جب میں نہ ہونگا۔ تو پہر تو کہاں سے روشنی لیگی۔ اسی طرح انسان کو جو روشنی عطا ہوتی ہے وہ بھی مستقل نہیں ہوتی۔ بلکہ عارضی ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ اُسے اپنے ساتھ رکھنے کے لیے استغفار کی ضرورت ہے۔ انبیاء جو استغفار کرتے ہیں۔ اس کی بھی یہی وجہ ہوتی ہے۔ کہ وہ ان باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اور ان کو خطرہ لگا رہتا ہے کہ نور کی جو چادر ہمیں عطا کی گئی ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ چھین جاوے نادان لوگ لاعلمی کی وجہ سے یہ کہتے اور فخر کرتے ہیں۔ کہ مسیح استغفار نہ کرتا تھا۔ حالانکہ یہ بات کسی قسم کے ناز کی نہیں۔ بلکہ رونے اور افسوس کرنے کی ہے۔ کہ اگر وہ استغفار نہ کرتا تھا تو گویا اُس نور سے بالکل محروم تھا۔ جو کہ اللہ تعالےٰ اپنے برگزیدوں کو عطا کیا کرتا ہے۔ کوئی نبی جسقدر زیادہ استغفار کرنے والا ثابت ہوگا۔ اُسیقدر اُس کا درجہ بڑا اور بلند ہوگا۔ لیکن جس کو یہ حالت حاصل نہیں۔ تو وہ خطرہ میں ہے۔ اور ممکن ہے کہ کسی وقت اُس سے وہ چادر حفاظت کی چھین لی جاوے کیونکہ نبیوں کو بھی وہ مستعار طور پر ملتی ہے۔ اور وہ پہر استغفار کے ذریعہ اُسے دائمی طور پر رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اصل انوار تو اللہ تعالےٰ کے پاس ہیں۔ اور نبی ہو یا کوئی اور سب خدا سے انہیں حاصل کرتے ہیں۔ سچے نبی کی یہی علامت ہے۔ کہ وہ اس روشنی کی حفاظت بذریعہ استغفار کے کرے۔ استغفار کے یہی معنے ہوتے ہیں۔ کہ موجودہ نور جو خدا سے حاصل ہوا ہے وہ محفوظ رہے۔ اور زیادہ اور ملے۔ اسی کی تحصیل کے لیے پنجگانہ نماز بھی ہے۔ تاکہ ہر روز دل کھول کھول کر اس روشنی کو خدا سے مانگا لیوے۔ جسے بصیرت ہے۔ وہ جانتا ہے

کہ نماز ایک معراج ہے۔ اور وہ نماز ہی کی تضرع اور ابتہال سے بھری ہوئی دعا ہے۔ جس سے یہ امراض سے رہائی پا سکتا ہے۔ وہ لوگ بہت بے وقوف ہین جو دوری ڈالنے والی تاریکی کا علاج نہیں کرتے۔ میرے پاس اکثر خطوط آتے ہین۔ مگر ان میں یہی لکھا ہوتا ہے کہ میرے املاک کے لئے یا اولاد کے لئے دعا ہو۔ فلان مقدمہ ہے۔ یا فلان مرض ہے۔ وہ اچھا ہو جاوے لیکن مشکل سے کوئی خط ایسا ہوتا ہے۔ جس میں ایمان یا ان تاریکیون کے دور ہونے کے لئے درخواست کی گئی ہو۔ بعض خطوط مین یہ لکھا ہوتا ہے۔ کہ اگر مجھے پانسو روپیہ ملجاوے۔ تو مین بیعت کرلون۔ بے وقوفون کو اتنا خیال نہیں۔ کہ جن باتون کو ہم چھڑانا چاہتے ہین۔ وہی ہم سے طلب کیجاتی ہین۔ اسی لئے مین اکثر لوگون کی بیعت سے خوف کرتا ہون۔ کیونکہ سچی بیعت کرنے والے بہت کم ہوتے ہین۔ بعض تو ظاہری شروط لگاتے ہین جیسے کہ اوپر ذکر ہوا۔ اور بعض لوگ بعد بیعت کے ابتلار مین پڑ جاتے ہین۔ جیسے کسی کا لڑکا مرگیا۔ تو شکایت کرتا ہے۔ مین نے بیعت کی تھی۔ یہ صدمہ مجھے کیون ہوا۔ اس نادان کو یہ خیال نہیں آتا۔ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود کہ پیغمبر تھے۔ مگر آپ کے گیارہ لڑکے فوت ہوگئے۔ اور کبھی شکایت نہ کی۔ کہ خداوندا تو نے تو مجھے پیغمبر بنایا تہا۔ میرے بچے کیون مار دئے۔ غرضیکہ یاد رکھو کہ دین کو دنیا سے ہرگز نہ ملانا چاہیئے۔ اور بیعت اس نیت سے ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔ کہ مین بادشاہ ہی بن جاؤنگا۔ یا ایسی کیمیا حاصل ہوجاویگی۔ کہ گھر بیٹھے روپیہ بنتا رہیگا۔ اللہ تعالی نے ہمین تو اس لئے مامور کیا ہے۔ کہ ان باتون سے لوگون کو چھوڑا دیوین۔ ہان یہ بات ضرور ہے۔ کہ جو لوگ صدق اور وفا سے خدا کی طرف آتے ہین۔ اور اس کے لئے ہر ایک دکھ اور مصیبت کو سر پر لیتے ہین۔ تو خدا ان کو اور ان کی اولاد کو ہرگز ضایع نہیں کرتا۔ حضرت داود علیہ السلام کہتے ہین۔ کہ مین بوڑہا ہوگیا۔ لیکن کبھی نہیں دیکھا۔ کہ صالح آدمی کی اولاد ضایع ہوئی ہو۔ خدا تعالی خود اس کا متکفل ہوتا ہے۔ لیکن ابتدا مین ابتلا کا آنا ضروری ہے۔ تاکہ کہوٹے اور کہرے کی شناخت ہوجاوے۔

عشق اول سرکش و خونی بود ۔ تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

دوسرے ابتلا اس لئے ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالے لوگون کو دکھلاوے۔ کہ جو ہماری طرف آنے والے ہین۔ وہ کیسے مستقل مزاج اور جفاکش ہوتے ہین۔ کہ مار پر مار کہاتے ہین۔ لیکن منہ نہیں پھیرتے۔ اور جب وہ ثابت قدم نکل آتے ہین تو پھر اللہ تعالے ان سے وہی سنت برتتا ہے۔ جو کہ منعم علیہ گروہ سے برتنی چاہیئے۔

## ابتلا ضرور ہے اور خدا ظالم نہیں۔

خدا سے زیادہ پیار اور رحم اور محبت کرنی کوئی نہیں جانتا۔ لیکن اخلاص ضروری ہے۔ کوئی دل سے اس کا ہو۔ پھر دیکھے۔ کہ آیا مخلص کی دستگیری اور کفالت اس کی خوبی ہے کہ نہیں۔ لیکن جو اسے آزماتا ہے۔ وہ خود آزمایا جاتا ہے۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ اور اسلام لایا بعد ازان اندہا ہوگیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اسلام قبول کرنے سے یہ آفت مجھ پر آئی ہے۔ اس لئے کافر ہوگیا۔ آنحضرت نے اسے بہت سمجھایا۔ لیکن نہ مانا۔ حالانکہ اگر وہ مسلمان رہتا تو خدا تو اس بات پر قادر تہا۔ کہ اوسے دوبارہ بینائی بخشدیتا لیکن کافر ہوکر دنیا سے تو اندہا تہا۔ دین سے بھی اندہا بن گیا۔ مجھے فکر ہے۔ کہ بہت سے ایسے لوگ ہین۔ جو کہ خدا کو آزماتے ہین۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ خود آزمائے جاوین۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین۔ کہ جو مجھ پر ایمان لاوے اول وہ مصائب کے لئے طیار رہے۔ مگر یہ سب کچھ اوائل مین ہوتا ہے۔ اگر صبر کرے۔ تو اللہ تعالے اس پر فضل کر دیتا ہے۔ کیونکہ مومن کے لئے دو حالتیں ہین۔ اول تو یہ کہ جب ایمان لاتا ہے۔ تو مصائب کا ایک دوزخ اس کے لئے طیار کیا جاتا ہے۔ جس میں اسے کچھ عرصہ رہنا پڑتا ہے۔ اور اس کے صبر اور استقلال کا امتحان کیا جاتا ہے۔ اور جب وہ اس مین ثابت قدمی دکہاتا ہے۔ تو دوسری حالت یہ ہے۔ کہ اس دوزخ کو جنت سے بدلدیا جاتا ہے۔ جیسے کہ بخاری مین حدیث ہے۔ کہ مومن بذریعہ نوافل کے اللہ تعالے سے یہان تک قرب حاصل کرتا ہے۔ کہ وہ اس کی آنکھ ہوجاتا ہے۔ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اسکے ہاتھ ہوجاتا ہے۔ جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اسکے پاؤن ہوجاتا ہے۔ جس سے وہ چلتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ مین اس کی زبان ہوجاتا ہون۔ جس سے وہ بولتا ہے۔ اور ایسے ہی لوگون کے لئے اللہ تعالے فرماتا ہے۔ کہ من عادلی دنیا فاذنتہ للحرب۔ کہ جو شخص میرے ولی کی عداوت کرتا ہے۔ وہ جنگ کے لئے طیار ہوجاوے۔ اس قدر غیرت خدا کو اپنے بندے کے لئے ہوتی ہے۔ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے۔ کہ مجھے کسی شے میں اس قدر تردد نہیں ہوتا۔ جس قدر کہ مومن کی جان لینے مین ہوتا ہے۔ اور اسی لئے وہ کئی دفعہ بیمار ہوتا ہے۔ اور پھر اچھا ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ اللہ تعالی اسکی جان لینا چاہتا ہے مگر پھر اسے مہلت دیدیتا ہے۔ کہ اور کچھ عرصہ دنیا مین رہ لیوے۔

## جماعت کو اصلاح اخلاق کی ضرورت ہے

اس جماعت کو طیار کرنے سے غرض یہی ہے۔ کہ زبان۔ کان۔ آنکھ۔ اور ہر ایک عضو میں تقوے سرایت کرجاوے۔ تقوی کا نور اس کے اندر اور باہر ہو۔ اخلاق حسنہ کا اعلی نمونہ ہو۔ اور بیجا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو۔ مین نے دیکھا ہے۔ کہ جماعت کے اکثر لوگون مین غصہ کا نقص اب تک موجود ہے۔ تھوڑی تھوڑی سی بات پر کینہ اور بغض پیدا ہوجاتا ہے۔ اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ہین۔ ایسے لوگون کا جماعت مین سے کچھ حصہ نہیں ہوتا۔ اور مین نہیں سمجھ سکتا۔ کہ اس مین کیا دقت پیش آتی ہے۔ کہ اگر کوئی گالی دے۔ تو دوسرا چپ کر رہے۔ اور اس کا جواب نہ دے۔ ہر ایک جماعت کی اصلاح اول اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے۔ چاہیئے۔ کہ ابتدا مین صبر سے تربیت مین ترقی کرے۔ اور سب سے عمدہ ترکیب یہ ہے۔ کہ اگر کوئی بدگوئی کرے۔ تو اس کے لئے درد دل سے دعا کرے کہ اللہ تعالے اس کی اصلاح کردیوے۔ اور دل مین کینہ کو ہرگز نہ بڑہاوے۔ جیسے دنیا کے قانون ہین۔ ویسے خدا کا بھی قانون ہے۔ جب دنیا اپنے قانون کو نہیں چھوڑتی تو اللہ تعالے اپنے قانون کو کیسے چھوڑے۔ پس جب تک تبدیلی نہ ہوگی۔ تب تک تمہاری قدر اس کے نزدیک کچھ نہین۔ خدا تعالے ہرگز پسند نہیں کرتا۔ کہ حلم اور صبر اور عفو جو کہ عمدہ صفات ہین۔ ان کی جگہ درندگی ہو۔ اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کروگے۔ تو بہت جلد خدا تک پہونچ جاؤگے۔ لیکن مجھے افسوس ہے۔ کہ جماعت کا ایک حصہ ابھی تک ان اخلاق میں کمزور ہے۔ ان باتون سے صرف شماتت اعدا ہی نہیں ہے۔ بلکہ ایسے لوگ خود ہی قرب کے مقام سے گرائے جاتے ہین۔

## اصلاح کے لحاظ سے خلق اور خلق مین فرق

یہ سچ ہے۔ کہ سب انسان ایک مزاج کے نہیں ہوتے۔ اسی لئے قرآن شریف مین آیا ہے کل یعمل علی شاکلہ۔ بعض آدمی ایک قسم کے اخلاق مین اگر عمدہ ہین۔ تو دوسرے قسم مین کمزور۔ اگر ایک خلق کا رنگ اچھا ہے۔ تو دوسرے کا برا۔ لیکن تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اصلاح ناممکن ہے۔ خلق سے ہماری مراد شیرین کلامی ہی نہیں۔ بلکہ خلق اور خلق دو الفاظ ہین۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ وغیرہ جسقدر اعضاء ظاہری ہیں۔ جن سے انسان کو حسین وغیرہ کہا جاتا ہے یہ سب خلق کہلاتے ہین۔ اور اس کے مقابل پر باطنی قوے کا نام خلق ہے۔ مثلاً عقل۔ فہم۔ شجاعت عفت۔ صبر۔ وغیرہ اس قسم کے جسقدر قوے سرشت مین

ہوتے ہیں۔ وہ سب اسی میں داخل ہیں۔ اور خُلق کو خلق پر اس لئے ترجیح ہے۔ کہ خلق یعنے ظاہری جسمانی اعضاء میں اگر کسی قسم کا نقص ہو تو وہ ناقابل علاج ہوتا ہے مثلاً ہاتھ اگر چھوٹا پیدا ہوا ہے۔ تو اس کو بڑا نہیں کر سکتا۔ لیکن خُلق میں اگر کوئی کمی بیشی ہو۔ تو اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ذکر کرتے ہیں۔ کہ افلاطون کو علم فراست میں بہت دخل تھا۔ اور اس نے دروازہ پر ایک دربان مقرر کیا ہوا تھا۔ جسے حکم تھا۔ کہ جب کوئی شخص ملاقات کو آوے۔ تو اول اس کا حلیہ بیان کرو۔ اس حلیہ کے ذریعہ وہ اس کے اخلاق کا حال معلوم کرکے پھر اگر قابل ملاقات سمجھتا۔ تو ملاقات کرتا۔ ورنہ رد کر دیتا ایک دفعہ ایک شخص اس کی ملاقات کو آیا۔ دربان نے اطلاع دی۔ اس کے نقوش کا حال سن کر افلاطون نے ملاقات کا انکار کر دیا۔ اس پر اس شخص نے کہلا کر بھیجا۔ کہ افلاطون سے کہہ دو۔ کہ جو کچھ تم نے سمجھا ہے۔ بالکل درست ہے۔ مگر میں نے قوت مجاہدہ سے اپنے اخلاق کی اصلاح کر لی ہے۔ اس پر افلاطون نے ملاقات کی اجازت دیدی پس خلق ایسی شے ہے۔ جس میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ اگر تبدیلی نہ ہو سکتی۔ تو یہ ظلم تھا۔ لیکن دعا اور عمل سے کام لو گے۔ تب اس تبدیلی پر قادر ہو سکو گے عمل اس طرح سے۔ کہ اگر کوئی شخص ممسک ہے تو وہ قدرے قدرے خرچ کرنے کی عادت ڈالے اور نفس پر جبر کرے۔ آخر کچھ عرصہ کے بعد نفس میں ایک تغیر عظیم دیکھ لیگا۔ اور اس کی عادت امساک کی دور ہو جاویگی۔ اخلاق کی کمزوری بھی ایک دیوار ہے جو خدا اور بندے کے درمیان حائل ہو جاتی ہے

**نمازوں کی غرض وحدت جمہوری ہے اور نماز وغیرہ کے اسرار**

اللہ تعالےٰ کا یہ منشاء ہے۔ کہ تمام انسانوں کو ایک نفس واحد کی طرح بنا دے۔ اس کا نام وحدت جمہوری ہے۔ جس سے بہت سے انسان بحالت مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھا جاتا ہے۔ مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے۔ کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدت جمہوری کے ایک دھاگہ میں سب پروئے جائیں یہ نمازیں باجماعت جو کہ ادا کی جاتی ہیں۔ وہ بھی اسی وحدت کے لئے ہیں۔ تاکہ کل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جاوے۔ اور آپس میں ملکر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے۔ کہ جن کے پاس زیادہ نور ہے۔ وہ دوسرے کمزور میں سرایت کرکے اسے قوت دیوے حتے کہ حج بھی اسی لئے ہے۔ اس وحدت

جمہوری کو پیدا کرنے اور قایم رکھنے کی ابتدا اس طرح سے اللہ تعالےٰ نے کی ہے۔ کہ اول یہ حکم دیا کہ ہر ایک محلہ والے پانچوقت نمازوں کو باجماعت محلہ کی مسجد میں ادا کریں۔ تاکہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل ملا کر کمزوری کو دور کر دیں۔ اور آپس میں تعارف ہو کر انس پیدا ہو جاوے۔ تعارف بہت عمدہ شے ہے۔ کیونکہ اس سے اُنس بڑھتا ہے جو کہ وحدت کی بنیاد ہے۔ حتے کہ تعارف والا دشمن ایک ناآشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ جب غیر ملک میں ملاقات ہو۔ تو تعارف کی وجہ سے دلوں میں انس پیدا ہو جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ کینہ والی زمین سے الگ ہونے کے باعث بغض جو کہ عارضی شے ہوتا ہے۔ وہ تو دور ہو جاتا ہے اور صرف تعارف باقی رہ جاتا ہے۔ پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں۔ کیونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا تو مشکل ہے۔ اس لئے یہ تجویز کی۔ کہ شہر کے سب لوگ ہفتہ میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں۔ آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جاوینگے۔ پھر سال کے بعد عیدین میں یہ تجویز کی۔ کہ دیہات اور شہر کے لوگ مل کر نماز ادا کریں تاکہ تعارف اور اُنس بڑھ کر وحدت جمہوری پیدا ہو پھر اسی طرح تمام دنیا کے اجتماع کے لئے ایک دن عمر بھر میں مقرر کر دیا۔ کہ مکہ کے میدان میں سب جمع ہوں۔ غرضیکہ اس طرح سے اللہ تعالےٰ نے چاہا ہے۔ کہ آپس میں الفت اور انس ترقی پکڑے۔ افسوس کہ ہمارے مخالفوں کو اس بات کا علم نہیں کہ اسلام کا فلسفہ کیسا پکا ہے۔ دنیوی حکام کی طرف سے جو احکام پیش ہوتے ہیں۔ ان میں تو۔ انسان ہمیشہ کے لئے ڈھیلا ہو سکتا ہے۔ لیکن خدا کے احکام میں ڈھیلا پن اور اس سے بکلی روگردانی کبھی ممکن ہی نہیں۔ کونسا ایسا مسلمان ہے۔ جو کم از کم عیدین میں بھی نماز نہ ادا کرتا ہو۔ بس ان تمام اجتماعوں کا یہ فائدہ ہے۔ کہ ایک کے انوار دوسرے میں اثر کرکے اُسے قوت بخشیں۔

**اصلاح نفس و اخلاق کا بڑا ذریعہ اور اخلاص کی ضرورت**

نفس اور اخلاق کی پاکیزگی حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ صحبت صادقین بھی ہے جسکی طرف اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ کونوا مع الصادقین۔ یعنے تم خدا کے صادق اور راستباز لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔ تاکہ اُن کے صدق کے انوار سے تم کو بھی حصہ ملے۔ جو مذاہب کہ تفرقہ پسند کرتے ہیں۔ اور الگ الگ رہنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ یقیناً وحدت جمہوری کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے تجویز کیا۔ کہ ایک نبی ہو جو کہ جماعت بناوے اور اخلاق کے ذریعہ آپس میں تعارف اور وحدت پیدا کرے درستی اخلاق کے بعد دوسری بات یہ ہے۔ کہ دعا کے ذریعہ سے خدا کی پاک محبت حاصل کی جاوے ہر ایک قسم کے گناہ اور بدی سے دور رہے۔ اور ایسی حالت میسر ہو کہ جسقدر اندرونی آلودگیاں ہیں۔ ان سب سے تو الگ ہو کر.......... ایک مصفا قطرہ کی طرح بن جاوے۔ جب تک یہ حالت میسر نہ ہوگی۔ تب تک خطرہ ہی خطرہ ہے۔ لیکن دعا کے ساتھ تدابیر کو نہ چھوڑے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ تدبیر کو ہی پسند کرتا ہے۔ اور اسی لئے والمدبرات امرا کہکر قرآن شریف میں قسم بھی کہائی ہے۔ جب وہ اس مرحلہ کو طے کرنے کے لئے دعا ہی کریگا۔ اور تدبیر سے بھی اسی طرح کام لیگا۔ کہ جو مجلس اور صحبت اور تعلقات اس کو حارج ہیں۔ ان سب کو ترک کر دیگا۔ اور رسم عادت اور بناوٹ سے الگ ہو کر دعا میں مصروف ہوگا۔ تو ایک دن قبولیت کے آثار مشاہدہ کریگا۔ یہ لوگوں کی غلطی ہے۔ کہ وہ کچھ عرصہ دعا کرکے پھر رہ جاتے ہیں۔ اور شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے استقدر دعا کی۔ مگر قبول نہ ہوئی۔ حالانکہ دعا کا حق تو ان سے ادا ہی نہ ہوا۔ تو قبول کیسے ہو۔ اگر ایک شخص کو بھوک لگی ہو۔ یا سخت پیاس ہو۔ اور وہ صرف ایک دانہ یا ایک قطرہ لے کر شکایت کرے۔ کہ مجھے سیری حاصل نہیں ہوئی۔ تو کیا اس کی شکایت بجا ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ جب تک وہ پوری مقدار کہانے اور پینے کی نہ لیگا۔ تب تک کچھ فایدہ نہ ہوگا۔ یہی حال دعا کا ہے اگر انسان لگ کر اسے کرے اور پورے آداب سے بجا لاوے۔ وقت بھی میسر آوے تو اُمید ہے۔ کہ ایک دن اپنی مراد کو پالیوے۔ لیکن راستہ میں ہی چھوڑ دینے سے صدہا انسان مر گئے (گمراہ ہوگئے) اور صدہا ابھی آیندہ مرنے کو طیار ہیں۔ ایک من پیشاب میں ایک قطرہ پانی کا کیا شے ہے۔ جو اسے پاک کرے اسی طرح وہ بداعمالیاں جن میں لوگ سر سے پاؤں تک غرق ہیں۔ ان کے ہوتے ہوتے چند دن کی دعا کیا اثر دکہا سکتی ہے۔ پھر عجب۔ خود بینی تکبر اور ریا وغیرہ ایسے امراض لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو عمل کو ضایع کر دیتے ہیں۔ نیک عمل کی مثال ایک پرند کی طرح ہے۔ اگر صدق اور اخلاص کے قفس میں اُسے قید رکھو گے۔ تو وہ رہیگا ورنہ پرواز کر جاویگا۔ اور یہ بجز خدا کے فضل کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا (۱۸:۱۱۰)

عمل صالحہ سے یہان یہ مراد ہے۔ کہ اس مین کسی قسم کی بدی کی آمیزش نہ ہو۔ معاذیت ہی معاذیت ہو نہ عجب ہو۔ نہ کبر ہو۔ نہ نخوت ہو۔ نہ تکبر ہو۔ نہ نفسانی ئو اغراض کا کوئی حصّہ ہو۔ نہ رو بخلق ہو۔ حتےاکہ دوزخ اور بہشت کی خواہش بھی نہ ہو۔ صرف خدا کی محبت سے وہ عمل صادر ہو۔ جب تک دوسری کسی قسم کی غرض کو دخل ہے۔ تب تک ٹہوکر کہائے گا۔ اور اس کا نام ئو شرک ہے۔ کیونکہ وہ دوستی اور محبت کس کام کی جس کی بنیاد صرف ایک پیالہ چاء یا دوسری خالی محبوبات تک ہی ہے۔ ایسا انسان جس دن اس مین فرق آتا ئو دیکھے گا۔ اوسی دن قطع تعلق کر دیگا۔ جو لوگ خدا سے اس لئے تعلق باندھتے ہین۔ کہ ہمین مال ملے۔ یا اولاد حاصل ہو۔ یا ہم فلان فلان امور مین کامیاب ہو جاوین ان کے تعلقات عارضی ہوتے ہین۔ اور ایمان بھی خطرہ مین ہے۔ جس دن ان کے اغراض کو کوئی صدمہ پونچا۔ اسی دن ایمان مین بھی فرق آجاوے گا۔ اس لئے پکا مومن وہ ہے۔ جو کسی سہارے پر خدا کی عبادت نہین کرتا۔

**راست بازون کی ہمت** راست بازون کی ایک یہ بھی نشانی ہے۔ کہ مصیبت سے ان کو چڑ ہوتی ہے۔ اور جب ایسے موقعہ پر شیطان دخل دیکر ان کو بہکانا چاہتا ہے۔ تب انکی غیرۃ جوش مارتی ہے اور بجائے اس کے کہ اون کا قدم پیچھے ہٹے۔ وہ آگے بڑہاتے ہین۔ اور کہتے ہین۔ کہ شیطان ہمین پیچھے ہرگز نہین ڈال سکتا۔ شیطان بھی ایسے موقعہ پر ہر ایک قسم کے منصوبے اس کی لغزش کے لیے پیش کرتا ہے۔ مال۔ اولاد۔ عزت آبرو۔ خلقت کی ملامت۔ طعن و تشنیع وغیرہ سب نقصانون سے ڈراتا ہے لیکن وہ اول ہی سے دل مین فیصلہ کر لیتے ہین۔ کہ ہم ان نقصانون کی کچھ پرواہ نہ کرین گے۔ آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان ان کے نزدیک ایک مخنث سے بھی کمتر ہوتا ہو لیکن جس کا دعوے تو ایمان کا ہوتا ہے۔ اور دل مین اغراض نفسانی بہرے ہوئے ہوتے ہین۔ تو شیطان بڑی آسانی سے اپنا تسلط اس پر جما لیتا ہے۔ اور جن راستے چاہتا ہے۔ چلاتا ہے۔ خوب یاد رکھو۔ کہ سفلی خواہشات سے شیطان کا مقابلہ ہرگز نہ ہو سکے گا۔

**شیطان کے وجود کا ثبوت** ممکن ہے۔ کہ بعض لوگ یہان ایسے ہون۔ کہ جو شیطان کے وجود ہی سے منکر ہون۔ لیکن مین کہتا ہون کہ اس کے وجود سے انکار ہی نادانی ہے۔ کیا وہ مشاہدہ نہین کرتے۔ کہ انسان مین دو قوتیں موجود ہین۔ بیٹھے بیٹھے ایک لہر اس کے دل مین آتی ہے۔ کہ نیکی کرون اور اکثر اوقات وہ اس کا ایسا پابند ہو جاتا ہے۔ کہ بلا اسکے تقاضائے ادا کئے کے رہ ہی نہین سکتا۔ اور اسی طرح کبھی اس سے دل مین ایسی لہر آتی ہے۔ جو کہ بدی کی طرف رغبت دلاتی ہے۔ اور وہ گھر سے اٹھ کر کنجرون کی طرف چلا جاتا ہے۔ پس یہ قوتیں ہین۔ جن مین سے بدی کے محرک کا نام شیطان رکھ لو۔ انسان کے لئے یہ ضروری نہین۔ کہ وہ ابتدائی مراحل مین ہر ایک شے کی حقیقت کو سمجھ لیوے۔ جیسے جیسے بتدریج اس کی معرفت ترقی کرتی ہے۔ ویسے ویسے وہ باریک در باریک امور کو سمجھتا جاتا ہے۔ آسمان کے ستارون کو دیکھو۔ کہ وہ اول سوائے نقطون کے اور کچھ معلوم نہین ہوتے۔ مگر جب اونہی نقطون کو دوربینون سے دیکھا جاوے۔ تو کسقدر عجائبات معلوم ہوتے ہین اور سابقہ معرفت اس کے آگے ہیچ نظر آتی ہے۔ اور انسان کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ کہ مین نے ان کو نقطہ کیون سمجھا۔ ایسے ہی شیطان اور فرشتے کے وجود کا حال ہے کہ ان کو اول نقطون کی طرح ماننا پڑتا ہے۔ اور پھر اس دوربین سے جو انبیاء لے کر آتے ہین۔ دیکھا جاوے تو انکی اصل حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ یہ تو جملہ معترضہ تہا۔ جو کہ درمیان مین آگیا۔

پھر مین اصل مطلب کو بیان کرتا ہون۔ کہ اگر تم اپنی اصلاح چاہتے ہو۔ تو یہ بھی لازمی امر ہے۔ کہ گھر کی عورتون کی اصلاح کرو۔

**عورتون مین بت پرستی کی جڑ ہے۔ پردہ کی ضرورت اور اصلاح نفس کے منازل**

عورتون مین بت پرستی کی جڑ ہے۔ کیونکہ انکی طبائع کا میلان زینت پرستی کی طرف ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ بت پرستی کی ابتدا انہی سے ہوئی ہے۔ بزدلی کا مادہ بھی ان مین زیادہ ہوتا ہے۔ کہ ذرا سی سختی پڑنی جیسی مخلوق کے آگے ہاتھ جوڑنے لگ جاتی ہے۔ اس لئے جو لوگ زن پرست ہوتے ہین رفتہ رفتہ ان مین بھی یہ عادتین سرایت کر جاتی ہین۔ پس بہت ضروری ہے۔ کہ ان کی اصلاح کیطرف متوجہ رہو۔ خدا تعالی فرماتا ہے۔ الرجال قوامون علی النساء۔ اور اسی لئے مرد کو عورتون کی نسبت قوے زیادہ دئے گئے ہین۔ اسوقت جو نئی روشنی کے لوگ مساوات پر زور دے رہے ہین۔ اور کہتے ہین۔ کہ مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہین۔ ان کی عقلون پر تعجب آتا ہے۔ وہ ذرا مردون کی جگہ عورتون کی فوجیں بنا کر جنگون مین بھیجکر دیکھین تو سہی۔ کہ کیا نتیجہ مساوی نکلتا ہے یا مختلف۔ ایک طرف تو اسے حمل ہے۔ اور ایک طرف جنگ ہے۔ وہ کیا کر سکے گی۔ غرضیکہ عورتون مین ئو مردون کی نسبت قوے کمزور ہین۔ اور کم بھی ہین۔ اس لئے مرد کو چاہیئے۔ کہ عورت کو اپنے ماتحت رکھے۔

یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی یہ لوگ زور دے رہے ہین۔ لیکن یہ ہرگز مناسب نہین۔ یہی عورتون کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے۔ ذرا ان کی اخلاقی حالت کو اندازہ کرو۔ اگر اس آزادی اور بے پردگی سے انکی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے۔ تو ہم مان لین گے کہ ہم غلطی پر ہین۔ لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہون۔ اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو۔ تو انکے تعلقات کس قدر خطرناک ہونگے بد نظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے۔ پھر جس حالت مین کہ پردہ ئو مین بے اعتدالیان ہوتی ہین۔ اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہین۔ تو آزادی مین کیا کچھ نہ ہوگا۔ ئم مردون کی حالت کا اندازہ کرو۔ کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہین۔ نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ آخرۃ کا یقین ہے۔ دنیاوی لذات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پس سب سے اول ضروری ہے۔ کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مردون کی اخلاقی حالت درست کرو اگر یہ درست ہو جاوے۔ اور مردون مین کم از کم اس قدر قوت ہو۔ کہ وہ اپنے نفسانی جذبات کے مغلوب نہ ہو سکین۔ تو اس وقت اس بحث کو چھیڑو۔ کہ آیا پردہ ضروری ہے کہ نہین۔ ورنہ موجودہ حالت مین اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو۔ گویا بکریون کو شیرون کے آگے رکھ دینا ہے۔ ان لوگون کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ کسی بات کے نتیجہ پر غور نہین کرتے۔ کم سے کم اپنے کانشنس سے ہی کام لین کہ آیا مردون کی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے۔ کہ عورتون کو بے پردہ ان کے سامنے رکھا جاوے۔ قرآن شریف نے (جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضون اور کمزوریون کو مد نظر رکھکر حسب حال تعلیم دیتا ہے) کیا عمدہ مسلک اختیار کیا ہے قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم۔ کہ تو ایمان والون کو کہدے۔ کہ وہ اپنی نگاہون کو نیچا رکھین۔ اور اپنی سوراخون کی حفاظت کرین۔ یہ وہ عمل ہے۔ جس سے انکے نفوس کا تزکیہ ہوگا۔ فروج سے مراد شرمگاہ ہی نہین بلکہ ہر ایک سوراخ۔ جسمین کان وغیرہ بھی شامل ہین۔

اور اس میں اس امر کی مخالفت کی گئی ہے۔ کہ غیر محرم عورت کا راگ وغیرہ سنا جاوے۔ پھر یاد رکھو۔ کہ ہزار در ہزار تجارب سے یہ بات ثابت شدہ ہے۔ کہ جن باتوں سے اللہ تعالےٰ روکتا ہے۔ آخر کار انسان کو اُن سے رُکنا ہی پڑتا ہے۔ (تعدد ازدواج اور طلاق کے مسئلہ پر غور کرو) ہرچہ دانا کند کند نادان * لیک بعد از خرابیٔ بسیار۔ ہمیں افسوس ہے۔ کہ آریہ صاحبان بھی بے پردگی پر زور دیتے ہیں۔ اور قرآن شریف کے احکام کی مخالفت چاہتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کا یہ بڑا احسان ہندوؤں پر ہے۔ کہ اس نے ان کو تہذیب سکھلائی۔ اور اس کی تعلیم ایسی ہے۔ جس سے مفاسد کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔ ؎ خربتہ بہ گربہ دزد آشنا است۔ یہی حالت مرد اور عورت کے تعلقات کی ہے۔ کہ اگرچہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن تاہم فطری جوش اور تقاضے بعض اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ جب ان کو ذرا سی تحریک ہوئی۔ تو جھٹ حد اعتدال سے اِدھر اُدھر ہوگئے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ مرد اور عورت کے تعلقات میں حد درجہ کی آزادی وغیرہ کو ہرگز نہ دخل دیا جاوے۔ ذرا اپنے دلوں میں غور کرو۔ کہ کیا تمہارے دل راجہ رامچندر اور کرشن وغیرہ کی طرح پاک ہوگئے ہیں پھر جب وہ پاک دلی تم کو نصیب نہیں ہوئی۔ تو بے پردگی کو رواج دیکر بکریوں کو شیروں کے آگے کیوں رکھتے ہو۔ ہٹ اور ضد اور تعصب اور چڑ وغیرہ سے تم لوگ دیدہ و دانستہ اسلام کے اُن پاکیزہ اصولوں کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ جن سے تمہاری عصمت برقرار رہتی ہے۔ عقل تو اس بات کا نام ہے۔ کہ انسان کو نیک بات جہاں سے ملے۔ وہ لے لیوے کیونکہ نیک بات کی مثال سونے اور ہیرے اور جواہر کی ہے اور یہ اشیاء خواہ کہیں ہوں۔ آخر وہ سونا وغیرہ ہی ہونگی۔ اس لئے تم کو لازم ہے۔ کہ اسلام کے نام سے چڑ کر تم نیکی کو ترک نہ کرو۔ ورنہ یاد رکھو۔ کہ اسلام کا تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اگر اس کا ضرر ہے۔ تو تم ہی کو ہے۔ ہاں اگر تم لوگوں کو یہ اطمینان ہے۔ کہ سب کے سب بھگت بن گئے ہو۔ اور نفسانی جذبات پر تم کو پوری قدرت حاصل ہے۔ اور قوائے پرمیشر کی رضا اور احکام کے برخلاف بالکل حرکت نہیں کرتے۔ تو پھر ہم تم کو منع نہیں کرتے بے شک بے پردگی کو رواج دو۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے۔ ابھی تک تم کو وہ حالت نصیب نہیں۔ اور تم میں سے جسقدر لوگ لیڈر بنکر قوم کی اصلاح کے درپے ہیں۔ انکی مثال سفید قبر کی ہے جس کے اندر بجز ہڈیوں کے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ انکی صرف باتیں ہی ہیں۔ عمل وغیرہ کچھ نہیں۔

اسلام نے جو یہ حکم دیا ہے۔ کہ مرد عورت سے اور عورت مرد سے پردہ کرے۔ اس سے غرض یہ ہے کہ نفس انسان پھسلنے اور ٹھوکر کھانے کی حد سے بچا رہے کیونکہ ابتدا میں اس کی یہی حالت ہوتی ہے۔ کہ وہ بدیوں کی طرف جھکا پڑتا ہے۔ اور ذرا سی بھی تحریک ہو تو بدی پر ایسے گرتا ہے۔ جیسے کئی دنوں کا بھوکا آدمی کسی لذیذ کھانے پر۔ یہ انسان کا فرض ہے۔ کہ اُسکی اصلاح کرے۔ اور اسکی اصلاح کی حالتوں کے لحاظ سے اسکے چار نام مقرر کئے گئے ہیں۔ اوّل اوّل نفس زکیہ ہوتا ہے۔ کہ جس کو نیکی بدی کی کوئی خبر نہیں ہوتی اور یہ حالت طفلگی تک رہتی ہے۔ پھر نفس امّارہ ہوتا ہے۔ کہ بدیوں کی طرف ہی مائل رہتا ہے۔ اور انسان کو طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا کرتا ہے۔ اور اسکی بڑی غرض یہی ہوتی ہے۔ کہ ہر وقت بدی کا ارتکاب ہو۔ کبھی چوری کرتا ہے۔ کوئی گالی دے۔ یا ذرا خلاف مرضی کام ہو۔ تو اُسے مارنے کو تیار ہوجاتا ہے۔ اگر شہوت کی طرف غلبہ ہو۔ تو گناہوں اور فسق و فجور کا سیلاب بہہ نکلتا ہے۔ دوسرا نفس لوامہ ہے۔ کہ اس میں بدیاں بالکل دور تو نہیں ہوتیں۔ مگر ہاں ایک پچھتاوا اور حسرت و افسوس مرتکب اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ اور جب بدی ہوجاوے۔ تو اس کے دل میں نیکی سے اس کا معاوضہ کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔ اور تدبیر کرتا ہے۔ کہ کسی طرح گناہ سے بچے اور دعا میں لگتا ہے۔ کہ زندگی پاک ہوجاوے۔ اور ہوتے ہوتے جب یہ گناہ سے پوتر ہوجاتا ہے۔ تو اس کا نام مطمئنہ ہوجاتا ہے۔ اور اس حالت میں وہ بدی کو ایسی ہی بدی سمجھتا ہے۔ جیسے کہ خدا بدی کو بدی سمجھتا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ دنیا اصل میں گناہ کا گھر ہے جس میں سرکشیوں میں پڑ کر انسان خدا کو بھلا دیتا ہے نفس امّارہ کی حالت میں تو اس کے پاؤں میں زنجیریں ہی زنجیریں ہوتی ہیں۔ اور لوامہ میں کچھ زنجیریں تو پاؤں میں ہوتی ہیں۔ اور کچھ اتر جاتی ہیں۔ مگر مطمئنہ میں کوئی زنجیر باقی نہیں رہتی۔ سب کی سب اُتر جاتی ہیں۔ اور وہی زمانہ انسان کا خدا کی طرف سچے رجوع کا ہوتا ہے۔ اور وہی خدا کے کامل بندے ہوتے ہیں۔ جو کہ نفس مطمئنہ کے ساتھ دنیا سے علیحدہ ہوویں اور جب تک وہ اسے حاصل نہ کرے۔ تب تک اسے مطلق علم نہیں ہوتا۔ کہ جنت میں جاوے گا۔ یا دوزخ میں۔ پس جبکہ انسان بلاحصول نفس مطمئنہ کے نہ پوری پاکیزگی حاصل کرسکتا ہے۔ اور نہ جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔ تو اب خواہ آریہ ہوں۔ یا عیسائی۔ کونسی عقلمندی ہے۔ کہ قبل اس کے کہ یہ نفس حاصل ہو۔ وہ بھیڑیوں اور بکریوں کو اکٹھا چھوڑ دیویں۔ کیا اُن کو امید ہے۔ کہ وہ پاک اور بے شر زندگی بسر کرلیں گے۔ یہ ہے سِرّ اسلامی پردہ کا۔ اور میں نے خصوصیت سے اُسے اُن مسلمانوں کے لئے بیان کیا ہے۔ جن کو اسلام کے احکام اور حقیقت کی خبر نہیں۔ اور مجھے اُمید ہے۔ کہ آریہ لوگ اس سے بہت کم مستفید ہونگے۔ کیونکہ ان کو تو اسلام کی ہر ایک بھلی بات سے چڑ ہے۔

## حضرت مرزا صاحب کی مسیحیت و مہدویت پر ایمان - اور اتباع کی ضرورت

اسقدر تقریر ہو چکی تھی۔ کہ اس اثناء میں خلیفہ رجب الدین صاحب نے بلند آواز سے لاہور کی پبلک کیطرف سے حضرت مرزا صاحب کو ماننے کی ضرورت کا سوال پیش کیا۔ اگرچہ بعض لوگوں کو یہ دخل اس لئے ناگوار ہوا۔ کہ خدا کا فرستادہ نور فراست سے جس ضرورت کو محسوس کرکے کلام فرما رہا تھا۔ اس کی توجہ اُدھر سے پھیر دیگئی۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ تحریک بھی مصالح ایزدی سے باہر نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کہ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ میں نے بہت سی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ سے یہ بات سمجھا دی ہوئی ہے۔ کہ میں وہ مسیح ہوں جس کا ذکر اور وعدہ اجمالاً قرآن میں اور تفصیلاً احادیث میں پایا جاتا ہے۔ اور جو لوگ اُسے نہیں مانتے۔ قرآن شریف کی رُو سے اُن کا نام فاسق ہے اور احادیث سے واضح ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو اس مسیح کو نہیں مانتا وہ گویا مجھے نہیں مانتا۔ اور جو اس کی معصیت کرتا ہے۔ گویا میری معصیت کرتا ہے۔

لوگ مخلوق کو دھوکا دیتے ہیں اور غلطیوں میں ڈالتے ہیں۔ کہ ہمنے کوئی نیا کلمہ یا نماز تجویز کی ہے۔ ایسے افتراؤں کا میں کیا جواب دوں۔ اسی قسم کے افتراؤں سے وہ ایک عاجز انسان مسیح علیہ السلام کو تین خدا بنا بیٹھے ہیں۔ دیکھو ہم مسلمان ہیں۔ اور اُمت محمدی ہیں۔ اور ہمارے نزدیک ...... نئی نماز بنانی۔ یا قبلہ سے روگردانی کفر ہے۔ کل احکام پیغمبری کو ہم مانتے ہیں۔ اور ہمارا ایمان ہے۔ کہ چھوٹے سے چھوٹے حکم کو ٹالنا بھی بد ذاتی ہے۔ اور ہمارا دعوےٰ قال اللہ اور قال الرسول کے ماتحت ہے۔ اتباع نبوی سے الگ ہوکر ہمنے کوئی کلمہ یا نماز۔ یا حج۔ یا ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد نہیں بنائی۔ ہمارا کام یہ ہے۔ کہ اس دین کی خدمت کریں۔

اور اس کو کل مذاہب پر غالب کرکے دکھادین۔ قرآن شریف کی اور احادیث کی جو پیغمبر خدا سے ثابت ہین۔ اتباع کرین۔ ضعیف سے ضعیف حدیث بھی بشرطیکہ وہ قرآن شریف کے مخالف نہ ہو۔ ہم واجب العمل سمجھتے ہین۔ اور بخاری اور مسلم کو بعد کتاب اللہ اصح الکتب مانتے ہین۔ اور دوسری یہ بات یاد رکھو۔ کہ مجھے کبھی بھی یہ خواہش نہیں ہوئی۔ کہ لوگ مجھے مانین بلکہ مجھے تو ان جماعتون سے ہمیشہ سے نفرت ہے۔ اور اگر مین ملتا ہون۔ یا ان لوگون مین آکر بیٹھتا ہون۔ تو اپنی مرضی سے ہرگز نہیں ملتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ مجھے مجبور کرتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ تو ایسا کر۔ ایسی حالت مین بتلاؤ۔ اگر مین اس کی بات نہ مانو۔ تو کیا کرون۔ میں تو رات دن وحی کے نیچے کام کرتا ہون۔ میں تو یہ کہتا ہون۔ کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پختہ طور سے مانو۔ آپ کو ماننا یہ ہے۔ کہ آپ کے وصایائے پر عمل درآمد کیا جاوے۔ اور انہی میں سے یہ بات بھی ہے۔ کہ جب وہ مسیح موعود علیہ السلام آوے۔ تو تم سب اس کے ساتھ ہو جانا۔ میرے ماننے کی مثال یہ ہے۔ جیسے ایک آقا نوکر کو کہے۔ کہ فلان شخص میرا میزبان ہے۔ تم اُسے لاکر کھانا کھلاؤ۔ اور ہر طرح کی تعظیم اور تکریم کرو لیکن نوکر اس کے جواب میں یہ کہے۔ کہ میں تو صرف آپ کو مانتا ہون۔ مجھے کسی دوسرے کی تعظیم و تکریم سے غرض نہیں ہے۔ اور نہ اس کی خواہش ہے۔ تو اب سوچ کر دیکھو۔ کہ کیا اس نے اپنے آقا کو مانا۔ ہرگز نہیں مانا۔ کیونکہ جس بات مین وہ راضی ہوتا ہے۔ اس کے کرنے سے تو اسے انکار ہے۔ پس یاد رکھو۔ کہ تم لوگ بھی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی طور پر اسی وقت مانو گے۔ جبکہ آپ کے احکام اور وصایائے کو مانو گے۔ جس نے آخری حکم کو توڑا۔ اس نے سارے حکمون کو توڑا۔ سوچو تو بھی کہ اگر ایک شخص تمام عمر نماز۔ روزہ ادا کرے۔ لیکن عین آخری وقت بجائے لا الہ الا اللہ کے رام رام کہے۔ تو کیا وہ نماز روزہ اس کے کام آویگا؟

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہان تک فرما دیا۔ کہ اس اُمت کی دو دیوارین ہین۔ ایک مین اور ایک مسیح۔ اور اس کے درمیان آپنے فیج اعوج فرمایا ہے جن کی نسبت ارشاد ہے۔ کہ وہ نہ مجھ سے ہین۔ اور نہ میں ان سے ہون۔ پس جبکہ خود آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے ایک ٹیڑھا گروہ قرار دیتے ہین۔ تو ہم ان کی باتون کو کیون قبول کرلین۔

اس موقعہ پر ایک وزیرآبادی متعصب مولوی نے مداخلت کی۔ اور ٹیڑھی راہ اختیار کرکے بے جا سوال اور کلام شروع کیا۔ اوّل تو حضرت اقدس ادب سے حلیمی سے سمجھاتے رہے۔ مگر جب معلوم ہوا۔ کہ اس کی غرض رفع شکوک و شبہات نہیں۔ صرف مناظرہ کا ایک اکھاڑا قایم کرنا چاہتا ہے۔ تو اس سے اعراض کیا۔ اور فرمایا۔ کہ مباحثہ کا دروازہ تو ہم بند کر چکے ہین۔ ہم اب اس مین پڑنا پسند نہیں کرتے۔ اس پر بعض مفسد طبائع نے شور کرنا شروع کیا۔ آخر مصلحت وقت دیکھکر مولوی صاحب کو بے جا مداخلت سے روکا گیا۔ اور جب وہ باز نہ آئے تو ان کو جبراً احاطہ سے باہر کر دیا گیا۔ اس اثنا مین جو کلام حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اُسے ہم یکجائی طور پر درج کرتے ہین۔ فرمایا۔

کہ شکوک کے رفع کے لئے اگر کوئی راستی اور سچی نیت سے آوے۔ تو ہم اُسے سمجھا سکتے ہین۔ اور اب تو زمانہ ایسا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ خود ایک معلم کی طرح سمجھا رہا ہے۔ یہ اس کی عادت مین داخل ہے۔ کہ جب دنیا مین گناہ اور بے ایمانی بڑھ جاوے۔ اور بد اخلاق اور بد عادات ترقی پکڑ جاوین۔ تو ایک شخص کو اصلاح کے لئے مامور کرے۔ اسلام اس وقت دو آفتون کے ماتحت ہے۔ ایک اندرونی۔ دوسری بیرونی اندرونی خود عالمون کا اختلاف۔ اور مسلمانون کا دنیا کی طرف میلان۔ اور بیرونی وہ آفت جو عیسائیت کی وجہ سے ہے۔ پس کیا ابھی تمہارے نزدیک مہدی اور مسیح کی ضرورت نہ تھی۔ پھر ایک اعتراض یہ پیش کرتے ہو۔ کہ اس اُمت مین ۳۰ دجال آنیوالے ہین۔ اے بدقسمتو۔ کیا تمہارے لئے دجال ہی رہ گئے کہ اگر ایک کے آنے سے ایمان کے تباہ ہونے میں کوئی کسر رہ جاوے۔ تو پھر دوسرا تیسرا اور چوتھا حتےٰ کہ تیس دجال آوین۔ تاکہ ایمان کا نام و نشان نہ رہے اس طرح تو موسےٰ علیہ السلام کی اُمت ہی اچھی رہی کہ جس میں پے در پے چار سو نبی آیا۔ پھر موسےٰ علیہ السلام کے وقت تو عورتون سے بھی خدا نے کلام کیا۔ کیا اُمت محمدیہ کے مرد بھی اس قابل نہ ہوئے۔ کہ خدا ان سے ہمکلام ہوتا۔ پھر یہ بتلاؤ۔ کہ یہ اُمت مرحومہ کس طرح ہوئی۔ اس کا نام تو بدنصیب ہونا چاہیئے۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ۱۳ سو برس گذر گئے اور جقدر فیوض اور برکات تھے۔ وہ سب سماع کے حکم مین آگئے۔ اب اگر خدا ان کو تازہ کرکے نہ دکھائے تو صرف قصہ کہانی کے رنگ میں انکو کون مان سکتا ہے۔ جب کہ تازہ طور پر خدا کی مدد نہیں۔ نصرت نہیں۔ تو خدا کی حفاظت کیا ہوئی۔ حالانکہ اس کا وعدہ ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

جب متعصب مولوی صاحب نے طاعون کا ذکر کیا۔ کہ آپ کے مرید کیون مرتے ہین۔ اور اس کا علاج کیا ہے وغیرہ وغیرہ تو آپنے فرمایا۔ کہ کسوف خسوف کا علاج بھی کچھ سوچا ہے۔ اس وقت بحث تو نشانون کی ہے۔ نہ کہ علاج کی۔ ہان جو کامل طور پر کو قبول کرتا ہے۔ وہ ضرور محفوظ رہیگا۔ لیکن اس کا مجھے علم نہیں۔ کہ وہ کون ہے۔ مین کسی کے سینہ کو چیر کر نہیں دیکھتا۔ صحابہ کرام کا بھی ایک گروہ طاعون سے شہید ہوا تھا۔ مگر دیکھ لو۔ کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم طاعون سے ہرگز نہیں فوت ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے بھی اپنے بندون میں امتیاز رکھا ہے۔ جیسے کہ فرمایا ہے۔ منہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات

اس کے بعد آپنے جماعت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

کہ

## ضروری بات یہ ہے



کہ تم لوگ ان باتون کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور تقویٰ اور طہارت مین ترقی کرو۔ تمہارا معاملہ اور حساب اور خدا سے الگ ہے۔ اور مخالف لوگون کا حساب الگ ہے۔ جنہون نے قسم کھائی ہے۔ کہ کیسی ہی سچی بات کیون نہ ہو۔ مگر وہ قبول نہ کرین گے۔ اللہ تعالیٰ بھی ان کی نسبت یہی فرماتا ہے۔ کہ یہ لوگ قیامت کو ہی قبول کرین گے۔ ان کی بناوٹ ہی اسی قسم کی ہے۔ کہ عمدہ شے یا بات جو پیش کیجاوے۔ وہ اُن کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ اور اگر بدبودار بات ہو تو خوش ہوتے ہین۔ ............ قرآن شریف احادیث اور عقلی دلایل اور نشان پیش کئے۔ مگر یہ لوگ ان کی پرواہ نہیں کرتے۔ صرف ایک بات کو نشانہ بناتے ہین۔ پس جبکہ خدا نے نہ چاہا۔ کہ ایک مذہب ہو۔ تو ہم کیا کر سکتے ہین۔ مگر جن لوگون کو خدا نے فہم سلیم عطا کیا ہے۔ اُن کو چاہیئے۔ کہ وہ شکر کرین۔ کیونکہ فایدہ اٹھانے والے وہی لوگ ہوتے ہین۔ جن کو خدا نے خود پاک کیا۔

ابھی ہماری جماعت کے بہت سے لوگ چھپے ہوئے ہین۔ ظاہراً وہ ہم سے الگ ہین۔ لیکن دراصل ہم ہی سے ہین۔ ہمیں خود ان کا علم نہیں۔ لیکن امید ہے۔ کہ اپنے وقت پر وہ آجاوین گے۔ چنانچہ لاہور میں ایک شخص نے ملاقات کی۔ اور کہا۔ کہ مین آپ کو گالیان دیا کرتا تھا معاف کرو۔ اب میرے شکوک رفع ہو گئے ہین۔ اور ہزارون خطوط اس قسم کے آئے ہین۔ کہ میں اوّل ابوجہل تھا۔ اب توبہ کرتا ہون۔ بعضون نے بذریعہ خواب کے مانا۔ اور اکثر کو خود آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کشف میں یا خواب میں کہا۔ کہ تم قبول کر لو۔ جو لوگ بغض

(باقی آئندہ)